

مولانا محمد اکرم خاں: علمی، ادبی و صحافتی خدمات

تنزیل الصدیقی الحسینی*

مولانا محمد اکرم خاں بن عبد الباری خاں (۸ جون ۱۸۶۸ء - ۱۸ اگست ۱۹۶۸ء) بر عظیم پاک و ہند کے نام ور عالم، مفسر، سیرت نگار، صحافی اور سیاسی شخصیت تھے۔ بنگال میں مسلم صحافت کے بانی اور تحریک پاکستان کے رہ نما تھے۔ ان کی خدمات گونا گوں کا دائرہ بہت وسیع ہے۔

ولادت اور ابتدائی حالات:

مولانا کی ولادت حاکم پور، سب ڈویژن بشیر ہاٹ ضلع شمالی چوہمیں پرگنہ میں ہوئی۔ ان کے والد مولانا عبد الباری بنگال کے جید عالم، مبلغ اور مجاہد تھے۔ مولانا اکرم کی والدہ رابعہ خاتون نہایت نیک سیرت، پاکیزہ اطوار اور دینی تعلیم سے آراستہ تھیں۔ مولانا نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے پاٹ شالہ (مکتب) اور اپنے والدین سے حاصل کی۔ والد سے قرآن مجید اور شیخ سعدی کی گزشتاں و بیوستاں پڑھی۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کی غرض سے مولانا کے والد انھیں کلکتہ لے آئے جہاں مصری گنج کی مسجد کے قریب ایک کرائے کے مکان پر اقامت اختیار کی۔ کلکتہ میں بنگالی زبان میں قرآن کریم کے پہلے مترجم گریش چندر سین سے بھی ملاقاتیں ہوئیں جن سے مولانا عبد الباری کے مراسم تھے۔ کلکتہ آئے زیادہ وقت نہیں ہوا تھا کہ مولانا اکرم شدید بیمار پڑ گئے۔ ان کے والد نے علاج کی غرض سے پٹنہ جانے کا فیصلہ کیا اور انھیں پٹنہ لے آئے، یہاں دو ماہ ان کا علاج چلتا رہا اور وہ صحت یاب ہو گئے۔ صحت یابی کے بعد دونوں باپ بیٹا کلکتہ چلے آئے اور لیکن یہاں چین کا سانس لینا نصیب بھی نہ ہوا تھا کہ خبر ملی مولانا اکرم کے چھوٹے بھائی اشرف خاں کا انتقال ہو گیا ہے۔ لہذا دونوں باپ بیٹا اپنے اپنے غموں کا بوجھ اٹھائے اپنے گھر حاکم پور پہنچے۔ ابھی اس صدمے سے جاں بر بھی نہ ہوئے تھے کہ مولانا کو اس سے بھی شدید صدمے کا سامنا کرنا پڑا اور ایک ہی دن میں مولانا اپنے والدین کے سایہ عاطفت سے محروم ہو گئے۔ اس وقت مولانا کی عمر صرف ۱۱ برس تھی۔ اپنے چھوٹے بھائی عبد الرقیب خاں کو لے کر اپنے نانا کے گھر چلے آئے جہاں انھوں نے پرائمری اسکول کی تعلیم مکمل کی۔

* ریسرچ اسکالر، مجسم کراچی

سید نذیر حسین محدث دہلوی سے شرف تلمذ:

مولانا اکرم خاں کے والد میاں سید نذیر حسین صاحب کے شاگرد خاص تھے۔ جب حضرت میاں صاحب ۱۲۹۶ھ کے لگ بھگ بنگال کے تبلیغی دورے پر تھے تو مولانا عبد الباری کی خواہش پر ان کے گھر بھی تشریف لائے۔ مولانا اکرم خاں فرماتے ہیں:

حضرت میاں صاحب کلکتہ میں ہمارے مکان پر تشریف لائے۔ میرے والد مکرم مولانا عبد الباری نے اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ ہمیں درس حدیث دے کر اپنے زمرہ تلامذہ میں شامل ہونے کی سعادت سے مشرف فرمایا جائے۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب نے والد مرحوم کی اس خواہش کے پیش نظر حدیث کی کوئی کتاب طلب فرمائی۔ چنانچہ ہمارے گھر میں اس وقت بلوغ المرام موجود تھی، وہ پیش کی گئی۔ بعد ازاں حضرت والد مکرم ان کے ساتھ اور والدہ محترمہ پس پردہ درس حدیث لینے کے لیے حضرت میاں صاحب کے آگے بیٹھے۔ حضرت میاں صاحب نے بلوغ المرام کو جو کھولا تو حضرت وائل بن حجر کی روایت جو سینے پر ہاتھ باندھنے کے متعلق سامنے آئی۔ حضرت میاں صاحب نے اس حدیث کا درس دے کر ہمیں یہ سعادت بخشی کہ ہم آپ کے حلقہ تلامذہ میں شامل ہو گئے۔^۱

مولانا نعمت اللہ بردوانی کی خدمت میں:

مولانا عبد الباری کی خواہش تھی مولانا اکرم کلسونہ (منگل کوٹ، بردوان) میں تعلیمی ماحول میں دینی علوم کی تحصیل کریں۔ مگر افسوس یہ خواہش ان کی زندگی میں پوری نہ ہو سکی۔ پرائمری کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مولانا اکرم کو ”مدرسہ اسلامیہ دار الہدیٰ“ کلسونہ بھیجا گیا جہاں انھوں نے بنگال کے مشہور عالم و مدرس مولانا نعمت اللہ بردوانی سے استفادہ کیا۔ مولانا نعمت اللہ بھی مولانا عبد الباری کی طرح سید نذیر حسین محدث دہلوی کے تلمذ رشید تھے۔ مولانا عبد الباری سے ان کے خوش گوار مراسم تھے۔ انھوں نے مولانا اکرم کو اپنی خصوصی توجہ کا مرکز بنایا۔ ڈاکٹر مجیب الرحمن، مولانا اکرم خاں کے حالات میں لکھتے ہیں:

عہد تلمذ کے ابتدائی مراحل میں ہی انھوں نے کلکتہ کے قریب مشہور شہر بردوان پہنچ کر وہاں کے نام ور محقق عالم حضرت مولانا نعمت اللہ کے پاس زانوئے تلمذ طے کرتے ہوئے تعلیم و تربیت حاصل کی۔ اسی بنا پر مولانا اکرم خاں صاحب اپنی کتابوں میں اپنے استاذ مولانا نعمت اللہ صاحب کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔^۲

مدرسہ عالیہ کلکتہ:

۱۸۹۶ء میں مولانا اکرم خاں بنگال کے مشہور سرکاری درس گاہ ”مدرسہ عالیہ“ کلکتہ میں داخل ہوئے۔ چار برس یہاں زیر تعلیم رہے اور ۱۹۰۰ء میں فاضل کی ڈگری لی۔
تکمیل علم کے بعد:

تحصیل علم کے بعد مولانا نے خود کو مسلم سماج کی سیاسی، علمی، فکری اور معاشری ترقی کے وقف کر دیا۔ استعماریت کے خلاف سینہ سپر ہو گئے۔ تحریر و تقریر کی پوری قوت اس کام میں صرف کر دی۔ اللہ رب العزت نے انھیں طویل عمر عطا کی۔ سو برس کی عمر ملی جس میں تقریباً ۸۰ برس بھر پور عملی زندگی گزاری۔ علم و ادب کی بھی خدمت کی اور مطلع صحافت پر بھی نمودار ہوئے۔ فلاحی و سماجی کاموں میں بھی حصہ لیا اور سیاست کے میدان میں بھی سرگرم عمل رہے۔ علم و فکر کی دنیا میں آئے تو بنگالی کے عظیم مفسر اور سیرت نگار بن گئے۔ صحافت کی دنیا میں قدم رکھا تو بنگال کے ”بابائے صحافت“ کے مرتبے پر فائز ہوئے۔ فلاحی اور سماجی خدمت میں حصہ لیا تو بنگال کی سر زمین ان کی ممنون احسان بن گئی۔ سیاسیات میں آئے تو مسلم ہندوستان کے ایک نام ور سیاسی زعیم ورہ نمائند ثابت ہوئے۔

صحافت:

مولانا نے اپنی صحافتی زندگی کا آغاز ہفت روزہ اہل حدیث سے کیا جس کی ادارتی ذمہ داری سے وہ منسلک تھے۔ اس کے بعد وہ ہفت روزہ اخبار محمدی کے نائب مدیر بنے۔ اخبار کے مالک مولانا قاضی عبدالخالق نے اخبار محمدی کا پہلا شمارہ ۴ جون ۱۸۷۷ء کو کلکتہ سے نکالا تھا۔ اخبار محمدی بیک وقت اردو اور بنگالی میں نکلتا تھا۔ اخبار محمدی میں مولانا کے مضامین اس دور سے شائع ہو رہے تھے جب وہ ”مدرسہ عالیہ“ کلکتہ میں طالب علم تھے۔ مضمون نویسی کا شوق اور اخبار نکالنے کا جنون شعور کے آغاز ہی سے ان کے دل و دماغ میں بس گئے تھے۔
اخبار محمدی:

بعد میں کچھ ایسے حالات ہوئے کہ اخبار محمدی تعطل کا شکار ہو گیا۔ مولانا کا ذوق صحافت اپنے عروج پر پہنچ چکا تھا۔ انھوں نے خود اخبار نکالنے کا فیصلہ کیا۔ مگر اس کے لیے رقم کی ضرورت تھی، خوش قسمتی سے ایسے اسباب پیدا ہو گئے کہ انھیں لوگوں کی معاونت سے رقم میسر آ گئی۔ مولانا قاضی عبدالخالق نے مولانا اکرم کو اخبار محمدی کی پرانی فائلیں دیں اور گزارش کی کہ وہ اس کا دوبارہ اجرا کریں۔ محمدی کے نام سے اس کے نئے دور کا آغاز ہوا۔ طباعتی مشکلات کے باعث ۱۹۱۰ء تک محمدی کبھی ماہ وار، کبھی پندرہ روزہ اور کبھی ہفت روزہ صورت میں نکلتا رہا۔

ڈاکٹر ابوالقاسم کے مطابق محمدی کا پہلا شمارہ ۱۹۰۱ء میں نکلا جو سہ ماہی تھا۔ ڈاکٹر انیس الزماں کے مطابق بطور مدیر مولانا نے محمدی کا پہلا شمارہ ۱۹۰۳ء میں نکالا، جو ماہ نامہ تھا۔ ۱۹۰۸ء میں ماہ نامہ محمدی ہفت روزہ ہو گیا۔^۳ کلکتہ کے مشہور تاجر حاجی عبد اللہ صاحب کا ذاتی پریس ”الطافی پریس“ تھا۔ حاجی عبد اللہ، مولانا اکرم کے والد کے قریبی دوستوں میں سے تھے۔ وہ ایک ماہ نامہ رسالے کا اجرا کرنا چاہتے تھے، مولانا اکرم سے ان کے معاملات طے پا گئے۔ ۱۹۰۳ء میں ماہ نامہ محمدی کی ”الطافی پریس“ سے طباعت ہوئی۔ مدیر کی حیثیت سے مولانا اکرم خاں کا نام سرورق پر درج تھا۔ ناشر یعنی ”الطافی پریس“ کی جانب سے مولانا کو بہ حیثیت مدیر ۱۵ روپے ماہانہ مشاہرہ دیا گیا۔

محمدی مسلمانانِ بنگال کے دل کی آواز تھی۔ اس میں ان کے مسائل اجاگر کیے جاتے، حل کی نشان دہی کرنے کی کوشش کی جاتی۔ محمدی نے بنگال کے مسلم سماج کو ایمان و یقین کی عملی طاقت دی جس کے اثرات نہایت دیر پا اور دور رس رہے۔ شرکیہ عقائد و نظریات اور توہمات سے نجات پانے کی ترغیب دی جاتی اور توحید و سنت کی سادہ لیکن پُر از تاثیر دعوت پیش کی جاتی۔ محمدی بنگلہ صحافت کا ایک سنگِ میل ثابت ہوا اور طویل عرصے تک مطبع صحافت پر سایہ فگن رہا۔ اس کی طباعت میں تعطل بھی آیا اور دورانیے میں فرق بھی لیکن اس کا پیغام بنگالی مسلمانوں کے لیے انقلاب آفریں ثابت ہوا۔

مولانا منیر الزماں اسلام آبادی، قاضی نذر الاسلام، واجد علی، شہادت حسین، غلام مصطفیٰ، سید محمد نذیر، ابو عبید اللہ چودھری وغیرہ جیسے بنگالی علما و فضلا کا قلمی تعاون محمدی کو حاصل رہا۔ علامہ اقبال کی شاعری کے تراجم بھی محمدی میں بہ کثرت شائع ہوئے۔ دیگر رسائل و جرائد:

نصف درجن سے زائد اخبارات اور رسائل و جرائد سے مولانا کسی نہ کسی طرح انسلاک رہا۔ جس میں بنگالہ کے علاوہ اردو اور انگریزی کے رسائل بھی شامل ہیں۔ ۱۹۱۵ء میں الاسلام نکالا (جس کی تفصیل آگے آرہی ہے)، ۱۹۲۰ء میں روزنامہ زمانہ، ۱۹۲۱ء میں روزنامہ سیوک (جو پہلے ہفت روزہ تھا)، ۱۹۳۶ء میں روزنامہ آزاد اور ۱۹۳۶ء میں ویکی کامریڈ (انگریزی) نکالے۔

”انجمن علماء بنگالہ“ اور اس کا ترجمان الاسلام:

۱۹۱۳ء میں مولانا محمد اکرم خاں اور مولانا منیر الزماں اسلام آبادی نے کلکتہ میں ”انجمن علماء“ کے نام سے قائم کی۔ اس انجمن کے قیام کا مقصد اسلام کی تبلیغ اور اسلام پر کیے جانے والے حملوں کا جواب دینا تھا۔ اس انجمن کے پہلے سکریٹری مولانا اکرم خاں مقرر کیے گئے اور مولانا منیر الزماں اسلام آبادی کو اس انجمن کا جوائنٹ سکریٹری چنا گیا۔^۴

اس کے دیگر اہم اراکین میں مولانا ابوالکلام آزاد، اے کے فضل حق، مولانا عبد اللہ الباقی، ڈاکٹر محمد شہید اللہ وغیرہ شامل تھے۔^۵

اس انجمن کا ایک ترجمان بنگلہ زبان میں الاسلام بیساکھ ۱۳۲۲ (بہ مطابق ۱۹۱۵ء) میں نکالا گیا۔ اس کے پہلے ایڈیٹر مولانا اکرم خان تھے۔ ۱۳۲۸ بنگلہ میں رسالہ بند ہو گیا۔ وحید قیصر ندوی لکھتے ہیں:

الاسلام کے ذریعے عیسائی پادریوں کے جوابات دیئے جاتے تھے۔ اسلام کی تبلیغ کی جارہی تھی۔ اسلام اور مسلمانوں سے متعلق زیادہ سے زیادہ مضامین شائع کیے جارہے تھے۔ اس رسالے میں مولانا اکرم خاں صاحب نے سورہ فاتحہ کی تفسیر لکھنا شروع کیا تھا۔ اس رسالہ کی کوششوں سے بنگال میں اسلام کو ایک نئی روشنی ملی۔^۶

وحید قیصر ندوی لکھتے ہیں:

اگرچہ اس رسالے کے نکالنے والے بار بار اس کا اعلان کر رہے تھے کہ اس رسالے کے اجرا کا مقصد محض اسلام کی خدمت ہے۔ ہم ادب یا لٹریچر کی خدمت کے لیے میدان میں نہیں آئے ہیں مگر سچ یہ ہے کہ غیر شعوری طور سے الاسلام نے بنگلہ ادب کی بھی ناقابل فراموش خدمات انجام دیں۔^۷

وحید قیصر ندوی لکھتے ہیں:

چوں کہ مسلمانوں کی بنگلہ زبان میں عربی اور فارسی کے اثرات نمایاں تھے۔ اس لیے بھی ہندوؤں نے مسلمانی بنگلہ کے خلاف آواز بلند کی مگر الاسلام نے اپنا مشن جاری رکھا۔ انیسویں صدی میں یہ بحث بھی چل رہی تھی کہ آیا بنگلہ مسلمانوں کی زبان ہو بھی سکتی ہے یا نہیں۔ لیکن پچاس برس تک مسلمانوں نے جدوجہد کر کے یہ ثابت کر دیا کہ بنگلہ مسلمانوں کی بھی زبان ہے۔۔۔ بنگالی مسلمانوں میں اسلام پر مکمل اعتقاد، اللہ کی ذات پر بھروسہ اور اپنی ہمت پر یقین کا جذبہ پیدا کرنے میں الاسلام نے نہایت اہم رول ادا کیا ہے اس لیے ہم رسالہ الاسلام کو کبھی نہیں بھولیں گے اور اس رسالے کا نام ہمارے درمیان ہمیشہ باقی رہے گا۔^۸

الاسلام کے نمایاں لکھنے والوں میں مولانا اکرم خاں، مولانا منیر الزماں، شیرازی، محمد شہید اللہ، مولانا عبد اللہ الباقی، شری محمد مظفر الدین وغیرہ شامل ہیں۔ الاسلام میں ہندو مضمون نگاروں کو بھی جگہ دی جاتی تھی اس طرح الاسلام کا حلقہ قارئین ہندوؤں میں بھی بڑی تعداد میں موجود تھا اور ان میں تبلیغ کا سبب بنتا تھا۔ ایک معاصر ہندو

جریدے پر دیہاشک سے مضامین اور بنگلا کلام نقل کیے جاتے تھے۔ ایک بار رابندر ناتھ ٹیگور کا کلام نقل کیا گیا مگر دل چسپ بات یہ رہی کہ ان کا نام درج نہیں کیا گیا جب کہ اس وقت ٹیگور کا نام نوبل پرائز ملنے کے بعد عروج پر تھا۔ یہ ۱۳۲۶ بنگلا کی بات ہے۔

بنگلا زبان میں فکرِ اقبال کی نشر و اشاعت:

علامہ اقبال کی وفات کے بعد بنگال کے متعدد رسالوں نے ان کی خدمات کا خاصا چرچا کیا۔ ان میں رسالہ محمدی بھی شامل تھا جس نے اقبال نمبر نکالا۔ اقبال کی شاعری کے تراجم مسلسل محمدی میں شائع ہوا کرتے تھے۔ وحید قیصر ندوی لکھتے ہیں:

علامہ اقبال کی وفات کے بعد بنگال میں ان کی شاعری اور تعلیمات کا بہت چرچا ہوا۔ بنگلا کے متعدد رسالوں اور اخبارات نے ’اقبال نمبر‘ نکالے اور ان رسائل و جرائد میں مولانا محمد اکرم خاں ایک بنگالی زبان کا ماہانہ محمدی خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ اس کے خاص نمبر میں علامہ اقبال کے حالات زندگی ان کے فلسفہ حیات اور تعلیمات پر متعدد اہل قلم نے بہت کچھ لکھا۔^۹

سیاسی زندگی:

مولانا کی سیاسی زندگی کا آغاز ۱۹۰۵ء میں تقسیم بنگال کے مسئلے سے ہوا۔ مولانا بنگال کے سرکردہ رہنما بن کر ابھرے جنہوں نے سختی سے تقسیم بنگال کی مخالفت کی۔ یہ گویا مولانا کی عملی سیاست کا آغاز تھا۔ اس کے اگلے ہی سال ڈھاکہ میں قیام مسلم لیگ نے مولانا کو میدانِ سیاست کا راہرو بنادیا۔ آل انڈیا مسلم لیگ:

دسمبر ۱۹۰۶ء میں نواب احسن اللہ خاں کی رہائش گاہ ”احسن منزل“ ڈھاکہ میں ”آل انڈیا محمدن ایجوکیشنل کانفرنس“ کا انعقاد ہوا۔ اسی کانفرنس میں ”آل انڈیا مسلم لیگ“ کا قیام عمل میں آیا۔ مولانا اکرم خاں اس کے بانی رکن بنے۔ ۱۹۱۶ء میں لکھنؤ میں لیگ اور کانگریس کی مشہور مشترکہ کانفرنس ہوئی۔ اس میں مولانا بھی شریک ہوئے۔ تحریکِ خلافت:

جنگِ عظیم اوّل کے بعد ہندوستان میں تحریکِ خلافت کا آغاز ہوا۔ مولانا نے اس میں نہایت سرگرمی سے حصہ لیا اور ایک قدر آور سیاسی رہنما کی حیثیت سے ابھر کر سامنے آئے۔ مولانا بنگال کی ”خلافت کمیٹی“ کے سرکٹری

منتخب ہوئے۔ ۲۳ نومبر ۱۹۱۹ء کو ہندو اور مسلمانوں کی مشترکہ کانفرنس ہوئی جس میں موہن داس کرم چند گاندھی نے ”ترک موالات“ کی تحریک چلائی۔ یہ ہندوستان کی سیاست کا انتہائی ہنگامہ خیز دور تھا۔ مولانا اکرم خاں نے تحریک خلافت اور ترک موالات دونوں میں بھرپور شرکت کی۔ اپنے اخبار سیوک میں انھوں نے ایک انقلابی مضمون بہ عنوان ”اگر اسار“ (یعنی: اے نوجوانانِ اسلام! تم آگے بڑھتے ہی چلو) لکھا، جس کی پاداش میں انھیں فوراً گرفتار کر لیا گیا اور علی پور کے مشہور جیل خانے میں محبوس کیا گیا۔ ان کی صحافت پر پابندی لگائی گئی اور ان کے اخبار سیوک کی ضمانت ضبط کر لی گئی جس کے بعد وہ اخبار بند ہو گیا۔

کانگریس:

۱۹۲۳ء میں مولانا، چترنجن داس کی ”سوراج پارٹی“ میں شامل ہوئے۔ جس میں بنگال کے مختلف سیاسی رہ نما شریک تھے۔ جس نے بعد میں ”کانگریس خلافت سوراجیہ پارٹی“ کی شکل اختیار کی۔ ۱۶ جون ۱۹۲۵ء کو چترنجن داس کے انتقال کے بعد بنگال میں ہندو مسلم اتحاد کی وہ شکل باقی نہ رہی جس کی مولانا کو امید تھی۔ ۱۹۲۹ء میں مولانا نے کانگریس اور اس سے متعلقہ جماعتوں کو خیر باد کہہ دیا۔

آل انڈیا مسلم لیگ میں دوبارہ شمولیت:

۱۹۳۶ء میں مولانا نے ”آل انڈیا مسلم لیگ“ میں دوبارہ شمولیت اختیار کی۔ اس بار وہ ایک سرگرم مسلم لیگی رہ نما بن کر ابھرے اور بنگال میں اپنی طاقت کو منوایا۔ ۳۱ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو روزنامہ آزادی کا اجرا کیا۔ جس نے بنگال میں مسلم لیگ کا پیغام عام کیا۔ ۱۹۴۱ء میں مولانا بنگال مسلم لیگ کے صدر بنے اور قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۱ء تک اس عہدے پر فائز رہے۔ ۱۹۵۱ء میں مولانا نے بنگال مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے استعفیٰ دیا اور ”آل پاکستان مسلم لیگ“ کے وائس پریذیڈنٹ منتخب ہوئے۔ مولانا مسلم لیگ کی پارلیمنٹری بورڈ کے بھی منتخب ممبر تھے۔

پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے بھی رکن منتخب ہوئے۔ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۴ء تک رکن رہے۔ انھوں نے اسمبلی سے قرارداد مقاصد (مارچ ۱۹۴۹ء) کو منظور کرانے میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔

قیام پاکستان کے بعد چند برسوں میں اپنی ناسازی صحت کی بنا پر مولانا عملاً سیاست سے کنارہ کش رہے۔ وہ ”اسلامی نظریاتی کونسل“ پاکستان کے بانی رکن تھے جسے ۱۹۶۲ء میں قائم کیا گیا تھا۔ انھیں ”انجمن ترقی اردو“ بنگال کا صدر بھی بنایا گیا۔

سفر حج:

۱۹۲۸ء میں مولانا کو فرائض حج بیت اللہ کی ادائیگی اور زیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل ہوئی۔

تصنیفی خدمات:

مولانا کی ہمہ جہت زندگی کا ایک نمایاں پہلو ان کی غیر معمولی تصنیفات ہیں جنہوں نے بنگال زبان میں علم و ادب کے خزانے کو مالا مال کر دیا۔ حیرت ہوتی ہے کہ مولانا نے اس درجہ مصروف زندگی میں کس طرح ایسی بلند پایہ مفکرانہ و عالمانہ تصنیفات قلم بند کیں۔ ڈاکٹر انعام الحق لکھتے ہیں:

مولانا اکرم خاں بیک وقت سیاست داں، ادیب اور صحافت نگار ہیں۔ انہوں نے صحافت کی جو خدمات انجام دی ہیں ان کو پاکستان اور مغربی بنگال دونوں ہی نہیں بھلا سکتے۔ اس کے علاوہ مصطفیٰ چرت اور پارہ عم کی تفسیر لکھ کر انہوں نے ادب میں بے پناہ اضافہ کیا ہے۔ مذہب پر انہوں نے ایک اور قیمتی کتاب مکمل کی ہے جس کا نام سمسیا اور سما دھان (مسئلہ اور اس کا حل) ہے۔^{۱۲}

تفسیر قرآن:

مولانا بنگال زبان میں قرآن کریم کے مترجم و مفسر ہیں۔ ان کی تفسیر قرآن پانچ جلدوں پر محیط ہے۔ شاہ عبدالحنان لکھتے ہیں:

A legendary figure in Muslim Bengal Akram Khan wrote this tafsir in Bangla when there was no such work in the language. It is true there were few translations and short commentaries before that, but this is the first full-length tafsir of the Quran produced in the Bangla language in a true sense.^{۱۳}

مسلم بنگال کی معروف شخصیت اکرم خاں نے بنگال زبان میں قرآن کی تفسیر لکھی جب کہ اس سے قبل اس زبان میں اس نوعیت کا ایسا کوئی کام نہیں تھا۔ یہ سچ ہے کہ اس سے قبل چند ترجمے اور مختصر تفسیریں موجود تھیں، مگر صحیح معنوں میں بنگال زبان میں قرآن کی جو مفصل تفسیر لکھی گئی وہ یہی ہے۔

مولانا جامد یار روایت پرست مفسر نہیں تھے۔ یہ تفسیر انہوں نے پورے شعور کے ساتھ لکھی۔ روایت پرست حلقوں کی انہوں نے سختی سے مخالفت کی اور ان کا تفسیری اسلوب مجتہدانہ انداز فکر کا غماز رہا۔ یہی وجہ رہی ہے روایت پرست حلقے ان کے سخت مخالف ہو گئے۔ مولانا کے تفسیری افکار و نظریات کی تردید میں کئی کتابیں لکھی گئیں۔ جن اہل علم نے مولانا کی تردید میں قلم اٹھایا ان میں مولوی عبدالستار (کھلنا، بنگلہ دیش)، مولانا معز الدین حمیدی (کھلنا)، مولانا میر عبد السلام (بوغرا)، مولانا فیض اللہ خان، مولانا عزیز الحق (ڈھاکا) وغیرہ شامل ہیں۔

اس سے انکار نہیں کہ اپنی جدت پسندی کے شوق میں مولانا کے راہوار قلم نے چند مقامات پر ٹھوکر بھی کھائی۔ لیکن ایسا کون سا مفسر ہے جس کے قلم سے اتنا بڑا سرمایہ محفوظ ہوا ہو اور اس کے قلم نے سہو نہ کی ہو۔ مولانا بھی انسان ہی تھے ان سے خطا کا احتمال عین یقینی ہے۔ لیکن اس کی وجہ سے ان کے مثبت کام کی نفی کرنا یا ان کے علم و فضل کا انکار قطعاً مبنی بر انصاف نہیں۔

بعض اہل علم کے مطابق مولانا کے تفسیری رجحانات میں مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا عبید اللہ سندھی اور علامہ محمد اسد جیسے مفسرین کی بھرپور عکاسی ہے، ممکن ہے کہ جزوی طور پر یہ بات درست ہو لیکن پورے عموم کے ساتھ یہ دعویٰ یقیناً محتاج ثبوت ہے۔

مولانا کی تفسیر پانچ جلدوں پر مشتمل ہے اور اس کی طباعت مختلف وقتوں میں ہوئی ہے۔ یہ تمام جلدیں محمدی پریس کلکتہ سے طبع ہوئیں۔ اس کی پہلی جلد ۱۹۳۰ء میں طبع ہوئی، تعداد صفحات ۷۵-۴۔ جلد دوم ۱۹۳۸ء میں طبع ہوئی، تعداد صفحات ۳۴۸۔

تقسیم ہند کے بعد ڈھاکا سے ۱۹۵۹ء میں اس کی مکمل طباعت کا آغاز ہوا۔ جلد اول ۷۰۶ صفحات، جلد دوم ۸۰۳ صفحات، جلد سوم ۷۶۹ صفحات، جلد چہارم ۷۳۲ صفحات اور جلد پنجم ۸۵۰ صفحات پر محیط ہے۔ ابتدائی چار جلدیں ۱۹۵۹ء میں جب کہ آخری جلد ۱۹۶۰ء میں منظر عام پر آئی۔

مصطفیٰ چیریت:

یہ مولانا کا غیر معمولی علمی کام ہے۔ لطف الرحمن فاروقی اس کا تعارف کراتے ہوئے اپنے مقالے بنگلہ زبان میں ادبیات سیرت کا ارتقا اور چند اہم تصانیف سیرت کا تعارف میں لکھتے ہیں:

سیرت النبی پر مولانا اکرم خاں (م ۱۸ اگست ۱۹۶۸ء) کی یہ ایک شاہ کار تصنیف ہے۔ ۹۰۰ صفحات پر مشتمل یہ ضخیم کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اول میں اصول و فنون اور جرح و تعدیل پر بحث کی گئی جو چودہ ابواب پر مشتمل ہے اور حصہ دوم سیرت اور تاریخی واقعات پر مشتمل ہے جو کل ۷۹ ابواب پر منقسم ہے۔ اس کتاب کی خوبی یہ ہے کہ مصنف نے سیرت نگاری کے روایتی انداز سے ہٹ کر تمام واقعات کا قرآن اور احادیث صحیحہ کے معیار پر جائزہ لے کر کتاب تصنیف کی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ سابقہ سیرت نگاروں کی ضعیف اور غیر معیاری روایات کی وجہ سے مستشرقین نے سیرت پر جو اعتراضات قائم کیے ہیں ان کا علمی اور عقلی جواب دیا ہے۔^{۱۳}

مصطفیٰ چیریت کو بنگلہ زبان کی ادبیات سیرت میں وہی مقام حاصل ہے جو اردو میں سیرت النبی یا رحمۃ اللعالمین کو حاصل ہے۔ اس کی اولین طباعت محمدی پریس کلکتہ سے ۱۹۲۵ء میں ہوئی تعداد صفحات ۷۸۷۔

مولانا کی دیگر تصانیف:

مولانا اکرم خاں کی دیگر تصنیفات میں:

ام الکتاب (تفسیر سورہ فاتحہ):

یہ سورہ فاتحہ کی تفسیر ہے، بقول ڈاکٹر مجیب الرحمن:

اس پر مولانا ابوالکلام آزاد کے طرز تحریر و انداز بیان کی چھاپ پوری طرح نمایاں ہے۔^{۱۵}
ڈاکٹر مجیب الرحمن کے مطابق اس کی پہلی طباعت ۱۹۰۵ء میں ہوئی۔ جب کہ قاصد علی کی تحقیق کے مطابق اس کی اولین طباعت ۱۹۲۹ء میں ہوئی جس کی صفحات کی تعداد ۲۴ تھی۔
سوغات قید خانہ (تفسیر پارہ عم):

۱۹۲۱ء میں جب مولانا تحریک خلافت میں سرگرمی سے حصہ لینے کی پاداش میں قید خانے میں تقریباً ایک برس محبوس رہے تو ان ہی ایام اسیری میں مولانا کی توجہ تفسیر قرآن کی جانب منعطف ہوئی۔ مولانا جب رہا ہوئے تو اپنے ساتھ ایام اسیری کی یادگار تفسیر پارہ عم بھی لیتے آئے جو قید خانہ کی سوغات کے نام سے مشہور ہے۔ یہ تفسیر ۱۹۲۲ء میں محمدی پریس کلکتہ سے طبع ہوئی، تعداد صفحات ۱۷۱۔

سمسیا اور سمادھان (مسئلہ اور اس کا حل):

یہ مولانا کی مشہور کتاب ہے، ڈاکٹر مجیب الرحمن لکھتے ہیں:

اس میں زکوٰۃ، عشر، سود، جوا، تصویر کشی، راگ و رنگ، گانا بجانا وغیرہ سے متعلق احکام و منہیات، اوامر و نواہی زیر بحث آئے ہیں۔ اس میں انھوں نے مسلم معاشرہ کے پیچیدہ اور الجھے ہوئے روزمرہ مسائل کو شرعی دلائل اور براہین سے حل کیا ہے۔ بلاشبہ مسلمانان بنگال کے عائلی و معاشرتی نت نئے مسائل کے الجھاؤ اور گتھیوں کو سلجھانے میں اس کتاب کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔^{۱۶}

۱۹۳۱ء میں محمدی پریس کلکتہ سے اس کی اولین طباعت ہوئی، تعداد صفحات ۱۵۶۔

اسلام اور مکتی:

اس میں مولانا نے فلاح و نجات کے راستے کی نشان دہی کرتے ہوئے بتایا ہے کہ بنی نوع انسان کی کامیابی صرف اللہ رب العزت کے سامنے سر تسلیم خم کرنے میں ہے۔ اس ضمن میں قبر پرستی، شجر پرستی و نیز دیگر شرکیہ و بدعیہ اعمال و افعال سے بچنے کی ترغیب بھی دی گئی ہے۔ اس کتاب کا ذکر ڈاکٹر مجیب الرحمن نے کیا ہے۔^{۱۷}

مصطفیٰ چیریت: نمایاں خوبیاں:

اس میں مولانا نے نبی کریم ﷺ کی سیرت و کردار کا تقابلی مطالعہ دنیا کے دیگر مذاہب کے پیغمبروں سے کیا ہے مثلاً عیسیٰ علیہ السلام، گوتم بودھ، کرشن جی وغیرہ۔ محمدی پریس کلکتہ سے ۱۹۳۲ء میں طبع ہوئی، تعداد صفحات ۹۹۔

مسلمانانِ بنگال کی معاشرتی تاریخ:

یہ مولانا کی آخری تصنیف ہے، اس کی صرف پہلی جلد ہی شائع ہو سکی۔ مولانا کا ارادہ اسے ایک سے زائد جلد میں لکھنے کا تھا تاہم وفات کی وجہ سے یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔ ڈھاکا سے ۱۹۶۵ء میں طبع ہوئی، تعداد صفحات ۲۱۲۔

کیا یسوع بے گناہ تھا:

یہ مختصر سا کتاب چہ ہے جس میں عیسائیوں کے بعض عقائد و نظریات سے متعلق ہے۔ اسلام مشن کلکتہ کے زیر اہتمام ۱۹۱۵ء میں طبع ہوا، تعداد صفحات ۲۰۔

بائبل کی ہدایات اور روایتی عیسائی عقائد:

مولانا کو اپنی تصنیفی زندگی کے آغاز سے ہی عیسائی عقائد و نظریات کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ وہ عیسائی لٹریچر پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے۔ کتاب ڈھاکا سے ۱۹۶۲ء میں طبع ہوئی، تعداد صفحات ۱۳۳۔

پاکستان نامہ:

یہ مولانا کا شعری مجموعہ ہے جس میں انھوں نے مملکت خداداد کا تصور پیش کیا ہے۔ ۱۹۴۳ء میں محمدی پریس کلکتہ سے طبع ہوا اور بہت مقبول ہوا۔ تعداد صفحات ۱۶۔

ان کے علاوہ بعض صد ارتی خطبات ہیں جو کتاب چوں کی شکل میں طبع ہوئے۔ مولانا نے ”انجمن علماء بنگالہ“ کی بعض رپورٹیں بھی مرتب کی ہیں، جو مستقل کتابچوں کی شکل میں طباعت پذیر ہوئیں۔

مختلف زبانوں پر عبور:

مولانا میں ایک غیر معمولی خوبی یہ تھی کہ انھیں مختلف زبانوں میں زبان و بیان کی صلاحیت حاصل تھی۔ ڈاکٹر قاصد علی کے مطابق مولانا عربی، بنگا، اردو، انگریزی، فارسی اور سنسکرت میں لکھنے اور بولنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔^{۱۸}

بحیثیت عالم و مفکر:

چارلس کرزمان (Charles Kurzman) اپنی مرتب کردہ کتاب Modernist Islam میں لکھتے ہیں:

In addition to journalistic articles, Akram Khan wrote several longer works, including a biography of the Prophet Muhammad (P.B.U.H) and a commentary on the Quran. Khan is generally regarded as a modernist, though he was also a member of Ahl-i-Hadith movement, which some scholars regard as neotraditionalist.^{۱۹}

صحافتی مضامین کے ساتھ اکرم خاں نے چند بڑے تحریری کام کیے، جن میں پیغمبر محمد ﷺ کی سوانح اور قرآن کی تفسیر شامل ہیں۔ اکرم خاں کو عام طور پر جدت پسند شمار کیا جاتا ہے، اگرچہ اس کے ساتھ ہی وہ تحریک اہل حدیث کے بھی رکن تھے۔ جب کہ کچھ اسکالر انھیں نو روایتی فکر سے متعلق سمجھتے ہیں۔

اعزازات:

۱۹۶۰ء میں انھیں ”ہلال قائد اعظم“ کے اعزاز سے نوازا گیا۔ ۱۹۸۱ء میں حکومت بنگا دیش نے انھیں بعد از وفات ”یوم آزادی“ ایوارڈ سے نوازا۔ یہ بنگا دیش کا اعلیٰ ترین سرکاری ایوارڈ ہے۔ حکومت پاکستان نے بھی انھیں ”پرائیڈ آف پرفارمنس“ کا اعزاز دیا۔ ۱۹۹۰ء میں حکومت پنجاب نے مولانا کو بعد از وفات ”تحریک پاکستان گولڈ میڈل“ کے اعزاز سے نوازا۔

ازدواج و اولاد:

مولانا نے دو شادیاں کی تھیں۔ پہلی اہلیہ کی وفات کے بعد مولانا نے دوسری شادی کی۔ اللہ نے انھیں چار بیٹے اور چھ بیٹیاں عطا کیں۔ بیٹوں کے نام یہ ہیں: خیر الانام خاں، صدر الانام خاں، بدر الانام خاں اور قمر الانام خاں۔ مولانا اکرم خاں کی سوانح اور تحقیقی مقالات:

مولانا برصغیر کی ایک قد آور شخصیت تھے۔ ان کی وفات کے بعد ہی ان کی زندگی کے مختلف گوشوں پر تحقیق اور سوانح پر تحریری سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

- ۱۔ مولانا محمد اکرم خاں (بنگلہ)، از: عبد الحمید دیوان، مطبوعہ احمد پبلشنگ ہاؤس ڈھاکہ، ۱۹۷۰ء
- ۲۔ _____ (بنگلہ)، از: ابو جعفر، اسلامک فاؤنڈیشن بنگلہ دیش، ڈھاکہ ۱۹۸۶ء
- ۳۔ _____، جیون کتھا (بنگلہ)، از: ایم عبد الرحمن، کلکتہ ۱۹۸۰ء۔ یہ کتاب مسلم فریڈم فائٹرز آف انڈیا کی سیریز کا حصہ ہے۔
- ۴۔ _____ (بنگلہ)، از: محمد جہانگیر، بنگلہ اکیڈمی ڈھاکہ، ۱۹۸۷ء
- ۵۔ _____ (بنگلہ)، از: محمد روح الامین، مطبوعہ اسلامک فاؤنڈیشن بنگلہ دیش، ڈھاکہ ۱۹۸۷ء۔

۶۔ Maulana Akram Khan A Versatile Genius by Abu Jafar, Islamic Foundation Bangladesh, Dacca 1984

۷۔ Maulana Muhammad Akram Khan : His Life and Works, by Muhammad Kased Ali, a PhD thesis submitted under the Supervision of Prof. Muhammad Rahatullah, Department of Arabic and Persian, University of Calcutta, 1989.

(یہ نہایت عمدہ تحقیقی مقالہ ہے۔ راقم کو مولانا کے حالات لکھنے میں اس مقالے سے بڑی مدد ملی۔)

۸۔ Selections from Akram Khan's Tafsirul Quran, by Shah Abdul Hannan, Bangladesh Institute of Islamic Thought (BIIT), Dhaka 2009 اس میں مولانا کے بعض قرآنی افکار و نظریات کو پیش کیا گیا ہے، و نیز بعض قرآنی اصطلاحات سے متعلق مولانا کی تحقیق کیا تھی اسے مرتب نے انگریزی زبان میں پیش کیا ہے تاکہ مولانا کی فکر قرآنی سے ایک بڑا حلقہ مستفید ہو سکے۔

بلاشبہ مولانا اکرم خاں بنگال کی چند بڑی شخصیات میں سے ایک تھے جنہوں نے ایک بڑے حلقے کو متاثر کیا۔^{۲۰}

حوالہ جات:

- ۱۔ ہفت روزہ، الاعتصام، (لاہور) ۳۰ اگست ۱۹۶۸ء
- ۲۔ مجیب الرحمن، ڈاکٹر محمد، ۲۰۱۰ء، برصغیر کا اسلامی ادب چند نامور شخصیات، نقوش، لاہور، ص ۸۱
- ۳۔ علی، محمد قاصد (Muhammad Kased Ali)، ۱۹۸۹ء، Thesis for PHD, Department of Arabic and Persian, یونیورسٹی آف کلکتہ
- ۴۔ ندوی، وحید قیصر، ۱۹۶۳ء، مشمولہ: ماہ نامہ، ساقی، کراچی، ”مشرقی پاکستان نمبر“ ۱۹۶۳ء، ص ۴۸
- ۵۔ علی، محمد قاصد (Muhammad Kased Ali)، ۱۹۸۹ء، Thesis for PHD, Department of Arabic and Persian, یونیورسٹی آف کلکتہ
- ۶۔ ندوی، وحید قیصر، ۱۹۶۳ء، مشمولہ: ماہ نامہ، ساقی، ”مشرقی پاکستان نمبر“ ۱۹۶۳ء، ص ۴۹
- ۷۔ ایضاً

- ۸۔ ایضاً، ص ۵۰-۵۹
- ۹۔ ایضاً، ص ۱۰۲
- ۱۰۔ علی، محمد قاصد (Muhammad Kased Ali)، ۱۹۸۹، Maulana Muhammad Akram Khan: His Life and Works, Thesis for PHD، سید الرحمان ہسٹاریکل ڈکشنری آف بنگلادیش، The Scarecrow Press UK، ص ۱۶
- ۱۱۔ ابدالی، سید محمد رضی، رہبران پاکستان، ابدالی ایکڈمی کراچی، ص ۲۲۵
- ۱۲۔ انعام الحق، ۱۹۵۷، مسلم بنگلادہ، ادارہ مطبوعات پاکستان، کراچی، ص ۳۹۱
- ۱۳۔ Selection from Akram Khan's Tafseerul Quran (P:12)
- ۱۴۔ حسین، مبشر، عثمان، عبدالکریم، مرتبہ: دور جدید میں سیرت نگاری کے رجحانات، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ص ۶۰۹
- ۱۵۔ مجیب الرحمن، ڈاکٹر محمد، ۲۰۱۰ء، ص ۸۲
- ۱۶۔ ایضاً، ص ۹۳-۹۴
- ۱۷۔ ایضاً، ص ۹۴
- ۱۸۔ علی، محمد قاصد (Muhammad Kased Ali)، ۱۹۸۹۔
- ۱۹۔ Modernist Islam (P:334)
- ۲۰۔ مولانا اکرم خاں پر لکھی گئی مستقل سوانحی کتب اور مقالات کا ذکر ہو چکا ہے۔ ذیل میں کچھ دیگر اہم سوانحی مآخذ کا ذکر کیا جا رہا ہے۔
بہ زبان اردو:
برصغیر کا اسلامی ادب چند نامور شخصیات، (ص: ۷۹-۱۰۰)، ہفت روزہ، الاعتصام (لاہور) ۱۳۰ اگست ۱۹۶۸ء (مضمون نگار: محمد اسحاق حنیف)، ماہ نامہ، ساقی، کراچی، 'مشرق پاکستان نمبر' ۱۹۶۳ء (مضمون نگار: وحید قیصر ندوی)، رہبران پاکستان (ص: ۲۲۳-۲۲۵)، مسلم بنگلادہ (ص: ۳۹۱)، برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن (ص: ۵۳۷-۵۳۶)، وفیات ناموران پاکستان (ص: ۱۵۴-۱۵۵)، حیات نذیر (ص: ۲۲۱، ۲۲۰)
In English:
Modernist Islam (P:334-336), The Muslim Heritage of Bengal (P:281-288), Historical Dictionary of Bangladesh (P: 16)

Abstract

This article aims at presenting life and works of Maulana Muhammed Akram Khan who lived a very active political and intellectual life. He pioneered journalism in Bangladesh in which the voices and issues of Muslims were presented. He also actively participated in Pakistan Movement. He had written *Tafseer* culminated in five volumes. This was the first full-length tafsir of the holy Quran in the Bangla Language in true sense. He also wrote *Mustafa Cheerat*, a biography of Hazrat Muhammed (pbuh). A social history of Bangladeshi people was written. He wanted to undertake the task for volumes but he died after completing one volume. He also disseminated the message of poet Allama Iqbal. He was himself a poet and Pakistan Nama was published in which his poetry was compiled. He knew languages like Urdu, Persian, Arabic, English and Sanskrit.

Keywords: Mustafa Cheerat, Quranic Tafseer in Banla.